Fikr-o-Nasar (Islamabad) 37:1 (1999)

پاکستان میں علم تجوید و قرأت ۔ ماضی، حال اور مستقبل
(ایک غیر مطبوعہ پی ایچ ڈی مقالہ کا تجزیاتی مطالعہ)

ظفر الاسلام اصلاحی ☆

علم قرآن کو یقینی طور پر جملہ علوم پر فوقیت حاصل ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے "افضلکم من تعلم القرآن وعلمه" (سنن ابن ماجه، باب فضل من تعلم القرآن و علمه) " تم میں افضل وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا"۔ در حقیقت علم قرآن اپنے وسیع مفہوم میں ان تمام علوم کو شامل ہے جو قرآن پڑھنے و سمجھنے، اس کے معنی و مفہوم کو واضح کرنے اور اس کے علوم و معارف کی اشاعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کا سب سے پہلا و ضروری مرحلہ تلاوت ہے جس کی حسن و خوبی انجام دہی کچھ اصول و آداب کی پابندی پر منحصر ہے۔ تلاوت قرآن میں انہی اصول و آداب کو عملی طور پر برتنے کو تجوید یا قرأت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسے تلاوت کا زیور اور قرآن کی زینت بھی کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ اس کے ذریعہ صحت مخارج کے ساتھ اس طرح قرآن پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس سے نہ صرف اس کے الفاظ صحیح طور پر ادا ہو جاتے ہیں بلکہ اس کا صوتی حسن بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ تجوید و قرأت نے بتدریج ترقی کر کے باقاعدہ فن اور علم قرآن کی ایک مستقل شاخ کی حیثیت اختیار کی۔ اس علم کے فضل و شرف کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس کی نسبت براہ راست قرآن کریم سے ہے اور اس کی نشوونما نزول قرآن کے عہد مسعود میں ہوئی۔ بعد کے ادوار میں اس نے ارتقاء کے مختلف مراحل طے کیے۔ اسلام کی اشاعت کے ساتھ اسلامی ریاست کے حدود کو بھی

☆ ریڈر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کی ایک اہم کڑی ہے جس پر پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۹۸ء میں پی ایچ ڈی کی سند تفویض ہو چکی ہے۔ مقالہ نگار پاکستان کے معروف عالم، ممتاز مصنف و ماہر قرأت پروفیسر قاری محمد طاہر (مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد) ہیں جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے ادارہ علوم اسلامیہ سے پروفیسر جمیلہ شوکت صاحبہ کی زیرنگرانی یہ تحقیقی کام مکمل کیا۔ مقالہ نگار کا ایک بہت بڑا وصف یہ ہے کہ وہ بذات خود اس فن میں امتیازی شان رکھنے کے ساتھ زبان و قلم کے ذریعہ اس کی ترویج و اشاعت میں مسلسل مصروف رہتے ہیں۔ انہی کی ادارت میں "التجوید" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ بھی شائع ہوتا ہے جس کے ہر شمارہ کا بیشتر حصہ علم قرأت کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔

پیش نظر تحقیقی مقالہ ۸۰۴ صفحات اور دو جلدوں پر مشتمل ہے اس کے مشتملات ۶ ابواب میں منقسم ہیں جن کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

باب اوّل	تجوید و قرأت کا تعارف
باب دوم	تجوید و قرأت کی ضرورت
باب سوم	علم القرأت، آغاز و ارتقاء
باب چہارم	تجوید و قرأت پاکستان میں
باب پنجم	مشہور مدارس قرأت
باب ششم	تحریص و ترغیبات

گرچہ یہ مقالہ خاص طور سے پاکستان میں علم قرأت کے آغاز و ارتقاء کے سیاق میں لکھا گیا ہے لیکن ابتدائی ابواب کے مباحث نے اسے علم قرأت کی نشوونما اور مختلف ادوار میں اس کے ارتقاء کی تاریخ کا مستند مرقع بنا دیا ہے۔ نزول قرآن کے عہد مبارک سے لے کر ائمہ قرأت عشرہ اور ان کے رواۃ کے زمانہ (تیسری صدی ہجری کا اختتام) تک کی تاریخ علم قرأت ان ابواب میں زیر بحث آگئی ہے۔

اوّلین باب (تجوید و قرأت کا تعارف) میں مقالہ نگار نے لفظ "تجوید" کی لغوی و اصطلاحی تشریح پیش کی ہے اور تجوید و ترتیل کا فرق بھی واضح کیا ہے۔ "تجوید" کی تشریح میں اہل لغت اور "ترتیل" کی وضاحت میں مفسرین کے اقوال بکثرت نقل کیے گئے ہیں

"سبعۃ احرف" کے مطابق تلاوت قرآن والی روایات سے اختلاف قرأت کا جواز ثابت کیا ہے اور یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ تمام قرائتیں رسول اکرم ﷺ سے منقول ہیں اور ان تمام منقول قرأت کے مطابق تلاوت کرنا صحیح ہے (۲/۱۲، ۹۶۔۹۷) ۔ اسی ضمن میں انہوں نے اس نکتہ پر خاص زور دیا ہے کہ تلاوت قرآن میں تحسین صوت یعنی اچھی آواز پیدا کرنے کی کوشش کرنا مستحسن عمل ہے جس کا ثبوت رسول اکرم ﷺ کے قول و عمل دونوں سے ملتا ہے آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ تلاوت میں حسن صوت کا مظاہرہ کریں اور ترتیل کے اصول کا خیال رکھیں۔ مزید بر آں آپ ماہرین قرأت صحابہ سے قرآن پڑھوا کر سننے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

اس باب کے مباحث کا ایک بہت ہی قیمتی حصہ ان غلطیوں کی نشاندہی ہے جو اصول تجوید کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتی ہیں۔ مقالہ نگار نے قریب المخرج حروف کو چھ گروپ (ا،ع،ء+ت+ط+ث،س،ص+ح،ہ+ذ،ز،ض،ظ+ق،ک) میں تقسیم کر کے ہر گروپ کے حروف کے صحیح مخرج اور ان کی ادائیگی کے طریقے کو الگ الگ واضح کیا ہے اور پھر قرآن کریم سے مثالیں دے کر یہ بیان کیا ہے کہ ہر گروپ کے حروف کے مخارج کو ایک دوسرے سے گڈ مڈ کرنے یا تبدیل کرنے سے کیسے کیسے معنوی و سمعی تغیرات پیدا ہوتے ہیں۔ جو بعض صورتوں میں آیات کے معنی و مفہوم کو بالکل بدل دیتے ہیں اور بعض اوقات ان کے صوتی حسن کو متاثر کرتے ہیں(۲/۱۰۱۔۱۲۴) مزید بر آں اعراب و وقف کی تبدیلی سے جو معنوی و سمعی تغیرات رونما ہوتے ہیں وہ بھی اس باب میں زیر بحث آئے ہیں۔ اس بحث کے آخر میں مقالہ نگار نے فقہی نقطہ نظر سے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے کہ مخرج، اعراب اور وقف میں تبدیلی کے ساتھ تلاوت کرنا جائز ہے یا ناجائز اور اس نوع کی اغلاط کے ساتھ نماز کی ادائیگی درست ہوگی کہ نہیں؟ اس سلسلہ میں مقالہ نگار نے مختلف فقہاء و علماء کی آراء سے بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور ان کی روشنی میں یہ نتائج پیش کیے ہیں کہ تلاوت قرآن میں مخارج کی درست ادائیگی متفقہ طور پر واجب ہے۔ جو شخص پوری محنت و مشقت کے باوجود حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہ ہو وہ معذور ہے۔

معلوم ہوتی ہے کہ کتابت مصاحف اور علم الضبط کے عنوان سے حافظ احمد یار مرحوم کا بہت ہی مبسوط و محققانہ مقالہ سہ ماہی فکر و نظر، اسلام آباد (۲۳/۲۔اکتوبر۔دسمبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۷۱۔۱۴۸) میں شائع ہوا ہے۔ ۷۸ صفحات پر مشتمل یہ مقالہ کسی بھی نوعیت سے اس موضوع پر کسی کتاب سے کم نہیں ہے۔ اس باب کے آخری حصہ میں عرب کے مختلف قبائل کے لہجات و لحن ، اختلاف قرأت اور سبعۃ احرف کا مفہوم و مدلول جیسے اہم مسائل پر بھی مفصل بحث کی گئی ہے سبعۃ احرف پر قرآن کریم کا نزول اور ان کے مطابق تلاوت کی اجازت کا ذکر مختلف احادیث میں ملتا ہے لیکن خود اس لفظ کے معنی و مفہوم کی تعیین میں علماء میں کافی اختلاف رہاہے اور یہ ان کے درمیان بحث کا ایک اہم موضوع بھی رہا ہے امام سیوطی کے بیان کے مطابق اس سے متعلق علماء کے چالیس اقوال ملتے ہیں اس ضمن میں معروف اقوال کے ناقدانہ جائزہ کے بعد مقالہ نگار نے اس قول کو زیادہ قوی قرار دیا ہے جس کے مطابق ابتداء اسلام میں عرب کے مختلف قبائل کی آسانی کے لیے یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبانوں کے مطابق مترادف الفاظ کے ساتھ قرآن کی تلاوت کر لیا کریں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ نے عرصہ اخیرہ میں(جبکہ اہل عرب قرآن کی زبان کے پوری طرح عادی ہو چکے تھے) جب جبرئیل امین علیہ السلام سے قرآن کا دورہ کیا تو اس اجازت کو منسوخ فرما دیا اور تلاوت کے لیے صرف وہی طریقہ جس پر قرآن نازل ہوا تھا یعنی لغت قریش کو باقی رہنے دیا۔ گویا سات حروف والی اجازت اس پہلے زمانہ ہی سے متعلق تھی(۳/ ۲۸۳۔ ۲۸۴، ۲۸۵۔ ۲۸۶) تدوین علم قرأت اس باب کا سب سے آخری حصہ ہے جس میں قراء ات سبعہ و عشرہ ، ان کے ائمہ و رواۃ کی حیات و خدمات اور فن قرأت و تجوید پر مؤلفہ اہم کتب کا تذکرہ ملتا ہے باب سوم کے یہ تمام مباحث بڑے قیمتی و اہم ہیں جو علم قرأت کے آغاز و ارتقاء پر مستند دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن مقالہ کے اصل موضوع کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر ان میں اختصار سے کام لیا گیا ہوتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔

اس دور کی خدمات کچھ کم اہم نہیں ہیں۔ معاصر و غیر معاصر مآخذ میں اس سے متعلق وافر مواد موجود ہے اس کا کچھ اندازہ راقم کے محولہ بالا مضمون (عہد وسطی کے ہندوستان میں علم قرأت) سے لگایا جا سکتا ہے۔

علم قرأت کی نسبت سے دیوبند، سہارن پور، پانی پت لکھنو، علی گڑھ اور حیدر آباد کے مدارس و علمی مراکز کے تذکرہ میں ان ماہرین قرأت کی تدریسی و تالیفی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ان سے منسلک تھے۔ ہر مدرسہ یا ادارہ کا مختصر تعارف بھی اس بحث کا ایک مفید حصہ ہے۔ حیدر آباد کے ضمن میں ۱۹۷۴ء میں قائم ہونے والی آندھرا پردیش سوسائٹی کی سرگرمیوں کا ذکر بر محل نہیں معلوم ہوتا(۳/۷۲/۴) اس لیے کہ یہ پوری بحث ماقبل تقسیم کے زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ برصغیر میں رواج پانے والے قرأت کے دو مخصوص مکاتب (مصری و پانی پتی) کا تعارف، ان کے امتیازی پہلو کی وضاحت اور ان سے نسبت رکھنے والے قراء کی خدمات کا تفصیلی مطالعہ اس باب کا ایک نہایت اہم حصہ ہے۔ مکتب مصری اہل عرب بالخصوص مصری قراء کے لب و لہجہ کی نمائندگی کرتا ہے جب کہ پانی پتی خالص عجمی طرز قرأت ہے جو پانی پتی قراء سے منسوب ہے دونوں مکاتب اصلاً تقسیم ہند سے قبل ظہور میں آئے اور دونوں کے سر خیل بالترتیب عبدالرحمٰن مکی و عبدالرحمٰن پانی پتی ہیں۔ انہی مکاتب قرأت کے حوالہ سے اس باب میں دس ایسے ممتاز قراء کی حیات و خدمات سے متعلق مفید معلومات بھی جمع کی گئی ہیں جو پاکستان سے تعلق رکھتے تھے یا تقسیم سے قبل وفات پا چکے تھے لیکن علم قرأت پر انکی تصانیف پاکستان میں معروف و متداول ہیں۔ اس تذکرہ میں موجود پاکستان کے کسی قاری کے احوال و آثار نہیں ملتے جب کہ مقالہ کے عنوان میں "ماضی، حال اور مستقبل" سب شامل ہے اس کے پیش نظر دور جدید کے کم از کم ممتاز پاکستانی قراء کا ذکر ضروری تھا۔

پاکستان میں علم تجوید و قرأت پر تصنیفی و تالیفی کاموں کا جائزہ بھی اسی باب کا ایک حصہ ہے۔ اس کے تحت عربی کتب کے تراجم و حواشی، قرأت و تجوید پر مستقل تصانیف اور قراء کی سوانح کا احاطہ کیا گیا ہے۔ علم تجوید و قرأت پر مختلف نوع کی تقریباً ۹۰

۱۔ مختص بالقرأت جہاں سبعہ و عشرہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔
۲۔ مختص بالقرأت جہاں سبعہ کی تدریس و تمرین کا اہتمام ہے۔
۳۔ مختص بالقرأت جہاں روایت حفص پڑھائی جاتی ہے۔
۴۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ سبعہ و عشرہ کا درجہ بھی ہے۔
۵۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ سبعہ کی تعلیم بھی ہوتی ہے۔
۶۔ ایسے مدارس جہاں دیگر علوم کے ساتھ روایت حفص پڑھائی بھی جاتی ہے۔

مقالہ نگار کی تحقیقات کے مطابق ۱۹۹۵ء تک پاکستان میں مدارس کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی لیکن ان میں سے صرف ۳۴ ہی ایسے مدارس ہیں جو ان کی قائم کردہ اقسام میں سے کسی نہ کسی ایک پر منطبق ہوتے ہیں۔

یہاں اس جانب اشارہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مکمل سبعہ و عشرہ قراء ات کی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے مقالہ نگار نے یہ تحریر کیا ہے : " راقم نے ایسے مدارس کی تلاش میں پورے ملک کے شہروں و قصبوں کا سفر کیا اور مدارس کے حالات و کوائف جمع کیے۔ ان معلومات کی بنیاد پر یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ پورے پاکستان میں اس قسم کا ایک بھی مدرسہ نہیں ہے جسے مختص بالقراء ات کہا جا سکے۔ جہاں سبعہ و عشرہ قراء ات تاحد کمال پڑھائی جاتی ہو" (۵/ ۵۹۷)۔ مقالہ نگار کا یہ بیان صوبہ پنجاب کے مدارس سے متعلق ان کی پیش کردہ تفصیلات سے میل نہیں کھاتا جس کے مطابق اس صوبہ میں کم از کم چار مدارس ایسے ہیں جو مختص بالقرأت سبعہ و عشرہ کے زمرہ میں آتے ہیں (۵/ ۶۰۹ـ۶۱۸، ۶۶۱، ۶۸۲) ۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ ان مدارس کے بارے میں مقالہ نگار کی فراہم کردہ معلومات ان کے ذاتی سفر، اہل مدارس سے ملاقات ، مدارس کے ریکارڈ کے معائنہ اور ان سے متعلق سرکاری و غیر سرکاری ریفرنس کتب کے مطالعہ پر مبنی ہیں جن سے مواد کے اکٹھا کرنے میں مقالہ نگار کی جانفشانی و دیدہ ریزی کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

آخری باب (تحریص و ترغیبات) میں علم قرأت کے فروغ کے ان غیر روایتی ذرائع پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے جو موجودہ پاکستان میں اختیار کیے جا رہے ہیں۔

مرحوم کے قرآن کریم سے گہرے تعلق اور علم قرأت میں ان کی دلچسپی کا خصوصی ذکر کیا ہے ان کے دور صدارت سے ہر سرکاری اجلاس کی کارروائی کی ابتداء قرآن کریم کی تلاوت سے ہونے لگی۔ انہوں نے ریڈیو، ٹی وی پر قوم س خطاب کا آغاز تلاوت قرآن سے کرنے کی روایت قائم کی اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں بھی اپنے خطاب سے قبل قرأت قرآن کا اہتمام کیا۔ انہی کے دور میں قرأت کی اعلی تعلیم کے لیے بعض قراء حکومت کے خرچ پر جامعہ ازہر مصر بھیجے گئے۔ مزید براں سرکاری سطح پر مقابلہ تجوید و قرأت کا انعقاد اور تعلیمی اداروں میں داخلہ وغیرہ کے وقت حفاظ کو ۲۰ اضافی نمبروں کی رعایت بھی انہی کے زمانہ کی یادگار ہے (۶/ ۷۵۵۔۷۵۹)۔

پیش نظر آخری باب کا ایک حصہ پاکستان سے شائع ہونے والے ان دینی جرائد و مجلات کے تعاف سے تعلق رکھتا ہے جن میں تجوید و قرأت کے موضوع پر مضامین شائع ہوئے ہیں۔ یہ حصہ بھی بہت معلوماتی ہے لیکن اس میں بعض ایسے رسائل کا تعارف غیر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن میں زیر بحث موضوع پر ایک بھی مضمون شائع نہیں ہوا ہے۔(۶/ ۶۲۶۔۶۲۷، ۷۳۱۔۷۳۲، ۷۳۳۔۷۳۹، ۷۴۰)۔ مزید براں اس حصہ کو چوتھے باب (جس میں تجوید و قرأت پر مطبوعہ کام کا احاطہ کیا گیا ہے) کے ساتھ ملحق کیا جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔

تجوید و قرأت سے مقالہ نگار کا والہانہ لگاؤ اور اس کی اشاعت و ترویج میں ان کی گہری دلچسپی ان معروضات و تجاویز سے بخوبی عیاں ہوتی ہے جو مقالہ کے آخر میں پیش کی گئی ہیں۔ یہ اہل مدارس ارباب حکومت، ماہرین قرأت اور ان تمام لوگوں کے لیے لائق توجہ و قابل غور ہیں جو پاکستان میں علم تجوید و قرأت کے مزید فروغ کے خواہاں ہیں اور اس علم کو اس بلند مقام پر دیکھنا چاہتے ہیں جس کا وہ صحیح معنوں میں قرآن کی نسبت سے مستحق ہے۔

حسب روایت مسلمہ زیر مطالعہ مقالہ کے آخر میں مراجع و مصادر کی ایک طویل فہرست ملتی ہے جس میں کتابوں کے علاوہ متعلقہ رسائل و جرائد، مدارس، علمی مراکز

سے قبل عہد وسطی کے ہندوستان میں علم قرأت پر ایک باب کا اضافہ کر دیا جائے تو مقالہ کا دائرہ اور وسیع ہو جائے گا۔ اور اس کے عنوان کو بآسانی اس طور پر تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ "برصغیر پاک و ہند میں علم تجوید و قرأت"۔ امید ہے کہ مقالہ کی اشاعت کے وقت اس پر بھرپور نظرثانی کی جائے گی تاکہ یہ اور اچھے انداز میں قارئین کے سامنے آسکے اور علم قرأت کی اشاعت میں اس کی افادیت مزید بڑھ جائے۔

اللہ تعالی ہمیں علم قرآن کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیں " افضلکم من تعلم القرآن و علمه "کا مصداق بنا دے (آمین ثم آمین)